# قرآن کریم کی بے حرمتی کے واقعات

## ملتِ اسلامیہ اور پاکستانی عوام کے لئے لمحۂ فکریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ**

ہمارا ملک پاکستان بنا تو ضرور اسلام کے نام پر تھا، لیکن پاکستان کے معرض وجود میں آتے ہی ملحد، بے دین، بد دین، لا مذہب، دین دشمن قادیانی، مرزائی جیسے فتنہ پرداز اور یہود ونصاریٰ کے آلۂ کار اور ایجنٹ لوگ سب ہی اس ملک میں جمع ہوگئے اور انہوں نے یہاں پر پُرزے نکالنے اور گندے انڈے دینا شروع کردیئے، خصوصاً بیوروکریسی، میڈیا اور پالیسی ساز اداروں میں اپنی تمام تر فتنہ سامانیوں سمیت انہوں نے اپنے لئے ایک گھات اور پناہ گاہ ڈھونڈلی اور اب اینکرز، نام نہاد دانشور اور تجزیہ نگاروں کے روپ میں الیکٹرانک میڈیا پر بھی اپنا تسلط جما چکے ہیں، جہاں سے بیٹھ کر انہوں نے ہمیشہ اسلام، پیغمبرِ اسلام، شعائر اسلام، اسلامی تعلیمات، اور قرآن کریم جیسی ضروریاتِ دین اور اسلامی تہذیب واقدار کے خلاف شکوک وشبہات، طنز وطعن اور تمسخر واستہزاء کو اپنا وطیرہ اور ان کو بے وقعت، بے حیثیت اور بے وزن باور کرانے کے لئے اپنی مذموم کوششیں اور نازیبا سازشیں کیں، جس کی بنا پر جب بھی اس ملک میں حکمرانوں اور برسرِ اقتدار طبقے کو نفاذِ اسلام کا وعدہ یاد دلایا گیا، یہی طبقہ ان کا مشیر اور معاون بن کر اسلام کے نفاذ میں رکاوٹ اور سدِ راہ بنا۔

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ جن حکمرانوں نے خدا خوفی یا عوام کے مطالبے پر کچھ حدود یا شرعی قوانین اس ملک کے آئین میں شامل کئے، یہ طبقہ ہمیشہ ان کی مخالفت کرتا رہا ہے اور ان کو آئین پاکستان سے نکلوانے کی مذموم کوششیں اور ناپاک سازشیں آج تک کر رہا ہے۔

ایک وقت تھا کہ نادیدہ قوتوں کی شہ پر کراچی، پشاور، لیاقت پور، ملتان اور ڈیرہ اسماعیل خان میں قرآن کریم کی بے حرمتی کے متعدد اور پے در پے واقعات پیش آنے لگے، جس کی بنا پر اُس وقت کی حکومت نے اسلامی حمیت اور دینی جذبات کا پاس رکھتے ہوئے قرآن کریم کی عزت وتوقیر اور اُس کی حفاظت کے لئے قانون بنایا کہ:

''کوئی بھی شخص جان بوجھ کر قرآن کریم یا اُس کے کسی حصے کی بے حرمتی کرے، نقصان پہنچائے یا توہین آمیز طریقے سے استعمال کرے، اُس کے لئے عمر قید کی سزا مقرر ہے''۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اقوامِ متحدہ کے ضابطے کے مطابق پاکستان کے اس قانون کا احترام کیا جاتا اور دنیا کا ہر ملک اپنی عوام اور اپنی ہم عقیدہ کمیونٹی کو جو پاکستان میں ہوں، ان کو بتاتا کہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، اسلام اس کا سرکاری مذہب ہے اور قرآن وسنت اس کا سپریم لاء ہے، اس لئے اس ملک کے قوانین کا احترام کرنا لازم اور ضروری ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہوا یہ کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے آلہ کاروں اور ایجنٹوں نے حجاب اور لباس کا تمسخر، نماز اور مسجد کی تحقیر، پیغمبر اسلام کے خاکے اور فلمیں بنا کر ان کی توہین، مقدس ناموں کی بے حرمتی اور قرآن سوزی کے مذموم اور گھناؤنے عمل کا ارتکاب کرکے اسلام کے ارکان اور شعائر کا مذاق اُڑایا، بلکہ اس سے بڑھ کر انہوں نے ہر اُس آدمی کی حوصلہ افزائی کی اور اُسے تھپکی دی، جس نے اسلام کے کسی شعار کا مذاق اُڑایا۔ سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، افغانستان کا مرتد عبدالرحمن اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

چند ماہ پہلے آسیہ نامی عیسائی خاتون نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہراتؓ کی توہین کی، قانون کے مطابق عدالت سے اُس کو سزا ہوئی، اُس وقت کے گورنر پنجاب سلمان تاثیر بیرونی طاقتوں کے اشارے پر ان کی حمایت میں کھڑے ہوئے اور ممتاز قادری کی حمیتِ اسلام اور غیرتِ اسلام کے ہاتھوں آنجہانی ہوئے۔ اس کے بعد مغربی دنیا اور اسلام سے الرجک اشخاص وحضرات اور صحافی واینکرز کے ہاں ایک بھونچال آگیا، مفسدین اور ملحدین میں ایک عرصہ تک اس کا ڈر، خوف اور اثر رہا، لیکن استعمار ہمیشہ اس کوشش میں رہا کہ قانون توہینِ رسالت میں ترمیم کا عنوان دے کر اس قانون کو غیر نافذ العمل اور بے اثر کردیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی استعمار اور ''امریکہ بہادر'' قادیانیوں اور مرزائیوں کی وکالت کرتے ہوئے بظاہر بار بار ایک ہی رَٹ لگا رہا ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت کے غلط استعمال کو روکا جائے، لیکن در پردہ اس قانون کو ختم کرنے کی دھمکی اور حکومت پر بلا جواز دباؤ ڈال رہا ہے۔ ۱۷ رمئی ۲۰۱۲ء پاکستان کے صدر جناب آصف علی زرداری صاحب سے ویٹی کن کا مذہبی

پیشوا ملاقات کرتا ہے تو جناب زرداری صاحب بھی اُسے یہ یقین دلانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں کہ حکومت اس بات کو یقینی بنارہی ہے کہ توہین رسالت قانون کو اقلیتوں اور معاشرے کے دیگر کمزور طبقات کے خلاف استعمال نہ کرنے دیا جائے۔

پاکستانی عوام اور محبِّ دین طبقہ صدرِ پاکستان سے یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ کیا پاکستان میں کوئی ایک ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے، جہاں یہ قانونِ توہینِ رسالت غلط استعمال ہوا ہو؟ قانونِ توہینِ رسالت کے ماہر اور سندھ ہائی کورٹ میں قانونِ توہینِ رسالت کے مقدمات کی سب سے زیادہ پیروی کرنے والے ایڈووکیٹ جناب منظور احمد میؤ کے بقول: سندھ ہائیکورٹ میں ۶۰ سے ۷۰ مقدمات ٹرائل ہوئے ہیں اور میری دانست میں کسی ایک مقدمہ میں بھی آج تک کوئی ملزم اس بات پر بری نہیں ہوا کہ یہ مقدمہ جھوٹا تھا یا ذاتی عناد پر کسی ملزم کو بے جا پھنسایا گیا۔

جب زمینی حقائق یہ ہیں تو پھر دنیا بھر میں یہ واویلا اور شور کیوں مچایا جارہا ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت غلط استعمال ہورہا ہے اور یہ قانون اقلیتوں کے خلاف استعمال ہورہا ہے۔ حالانکہ ماہرینِ قانون کا کہنا یہ ہے کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ اے/۲۹۵ کے ساتھ جو امتیازی سلوک کیا گیا ہے، وہ کسی اور دفعہ کے ساتھ نہیں کیا گیا، کیونکہ ۱۹۶ ضابطہ فوجداری کے تحت دفعہ اے/۲۹۵ تعزیرات کی ایف، آئی، آر اس وقت تک نہیں کاٹی جاسکتی، جب تک کہ ڈپٹی کمشنر صاحب سے پیشگی اجازت نہ لے لی گئی ہو، جبکہ دنیا کے کسی قانون میں اس قسم کی کوئی پابندی نہیں تو اس کا یہی مطلب ہوا کہ اس قانون کے ساتھ پہلے ہی امتیازی سلوک برتا جارہا ہے۔

مزید یہ کہ ڈپٹی کمشنر کی اجازت کی پابندی کی بنا پر مدعی کو بعض اوقات نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے، اس لئے کہ ڈپٹی کمشنر ضلع میں صرف ایک ہوتا ہے اور اُس تک پہنچنے کے لئے کافی وقت صرف ہوجاتا ہے، مثلاً: ایک ملزم ہفتے کی شام توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے، اگلے دن اتوار کی چھٹی ہے، پیر کو مدعی ستر، اسی کلومیٹر دور دراز کا سفر طے کرکے ڈپٹی کمشنر کے پاس اس وقت پہنچ پاتا ہے جب ڈی، سی صاحب کی چھٹی کا وقت ہوجاتا ہے، اور وہ آفس سے گھر جاچکا ہوتا ہے، اب معاملہ اگلے روز پر چلا جاتا ہے۔ وقوعہ کے تین روز گزرنے کے بعد ایف، آئی، آر درج ہوتی ہے تو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ایسے فیصلے موجود ہیں کہ ایف، آئی، آر تاخیر سے درج کرانے کی بنا پر مقدمہ جھوٹا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس قانون کے ساتھ امتیازی سلوک ختم کیا جائے اور ڈپٹی کمشنر کی پیشگی اجازت کی شرط کو کالعدم قرار دیا جائے۔

بار بار یہ دُہرایا جاتا ہے کہ یہ قانون غلط استعمال ہوتا ہے۔ قانون کے ماہرین یہ کہتے ہیں کہ قانون کے غلط استعمال کی روک تھام کے لئے بھی آئین میں طریقہ کار موجود ہے اور وہ یہ کہ

بالفرض اگر کوئی مدعی غلط ایف، آئی، آر درج کراتا ہے تو اس کے لئے زیر دفعہ ۱۸۲ ضابطہ فوجداری قانون پہلے سے موجود ہے، اس کے تحت ایسے جھوٹے مدعی کے خلاف کارروائی ہوسکتی ہے۔

ہمارے حکمرانوں اور مقتدر طبقہ کے ان کمزور اور دباؤ کے تحت دیئے گئے بیانات کی بنا پر (کہ اس قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کو روکا جائے گا اور اس قانون کے طریقۂ استعمال میں غور وخوض کیا جائے گا) مغربی آقاؤں کو شہ ملتی ہے، جس کی بنا پر وہ آئے دن اس قانون میں ترمیم یا ان قوانین میں اصلاحات کے عنوان سے پاکستانی حکمرانوں پر دباؤ بڑھاتے رہتے ہیں، جیسا کہ درج ذیل خبر میں ہے:

''واشنگٹن/لندن (امت نیوز) اسلام آباد کے نواحی گاؤں میرا جعفر میں توہین قرآن کے الزام میں ایک عیسائی لڑکی رمشا کی گرفتاری کو جواز بنا کر توہین رسالت اور توہین قرآن سے متعلق قوانین کو تبدیل کرنے کے لئے مغرب ایک بار پھر سرگرم ہوگیا ہے۔ گرجا گھروں کی عالمی کونسل نے اس معاملہ پر آئندہ ماہ جنیوا میں کانفرنس بلانے کا اعلان کردیا ہے، جبکہ امریکی محکمہ خارجہ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بھی رمشا کی گرفتاری پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ غیر ملکی نشریاتی ادارے کے مطابق اسلام آباد میں توہین قرآن کے الزام میں لڑکی کی گرفتاری کے بعد گرجا گھروں کی عالمی کونسل (ڈبلیو سی سی) نے آئندہ ماہ جنیوا میں کانفرنس طلب کرلی ہے، جس میں ہندوؤں، بدھوں، عیسائیوں اور قادیانیوں سمیت مختلف گروپوں کو مدعو کیا جائے گا۔ خبر رساں ادارے کے مطابق کانفرنس کا مقصد ان لوگوں کو عالمی پلیٹ فارم مہیا کرنا ہے جو پاکستان کے توہین رسالت اور توہین قرآن کے قوانین سے متأثر ہوئے ہیں۔ اس سے قبل ایمنسٹی انٹرنیشنل نے گرفتار عیسائی لڑکی کے تحفظ کا مطالبہ کیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل جنوبی ایشیا کے ڈائریکٹر پولیس ٹرسکوٹ نے کہا ہے کہ مسیحی لڑکی کا مقدمہ پاکستان میں قانون کی حکمرانی کی فرسودگی اور توہین رسالت کے ملزمان کو درپیش خطرات کو ظاہر کرتا ہے۔ ٹرسکوٹ نے صدر آصف علی زرداری کی جانب سے رمشا کی گرفتاری پر لئے گئے نوٹس کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ توہین رسالت کے قوانین میں اصلاحات کے لئے اس سے بڑی کوششوں کی ضرورت ہے۔ ادھر امریکی محکمہ خارجہ کی ترجمان وکٹوریا نولینڈ نے اس گرفتاری کو انتہائی پریشان کن قرار دیا، تاہم اس بارے میں صدر آصف زرداری کی طرف سے کئے گئے اقدام کا خیر مقدم کیا۔ ترجمان نے کہا کہ پاکستان کے ساتھ انسانی حقوق سمیت ہر موضوع

پر بات چیت ہوتی ہے۔ دریں اثنا اسلام آباد پولیس نے رمشا کے خلاف کارروائی کے لئے احتجاج کرنے والے ۱۵۰ افراد کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے''۔

(روزنامہ امت، کراچی، ۲۳؍اگست ۲۰۱۲ء)

اس کے برخلاف پاکستان میں بسنے والے عیسائی مذہب کے پیشوا اور راہنما کہتے ہیں کہ یہ رمشا مسیح کا معاملہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ ہے اور مقدمہ عدالت میں ہے۔ اگر رمشا نے جرم کیا ہے تو اُسے پاکستانی قانون کے مطابق سزا ملنی چاہئے، اس کے باوجود ہم یہ برداشت نہیں کریں گے کہ امریکہ، فرانس یا کوئی دوسرا ملک اس معاملہ میں پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ رمشا کے معاملہ میں غیر جانبدار تحقیق ہونی چاہئے اور وہ گناہ گار ہے تو اُسے ضرور سزا ملنی چاہئے، جیسا کہ درج ذیل خبر میں ہے:

''انسانی حقوق کے کارکن اور مسیحی رہنما فادر ایمانوئل نے ''امت'' سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ رمشا کا مسئلہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ پاکستان کی مسیحی برادری اور دیگر اقلیتیں یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ توہین رسالت قانون میں ترمیم کی جانی چاہئے، تاکہ اس کا غلط استعمال نہ ہوسکے۔ البتہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی شخص کسی بھی مذہب کی توہین کرے، نہ ہم ایسا کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اُس کو سزا ملنی چاہئے، اس کے باوجود ہم یہ نہیں برداشت کریں گے کہ امریکہ، فرانس یا کوئی دوسرا ملک اس معاملہ میں پاکستان پر دباؤ ڈالے۔ یہ مسئلہ پاکستان کا ہے، پاکستانی اسے حل کرسکتے ہیں۔ ہم حکومت کو اس معاملہ پر تجاویز دیتے رہتے اور کھل کر بات بھی کرتے ہیں، مگر کسی دوسرے ملک کو ہم پاکستان کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں دے سکتے، نہ انہیں اس کا حق ہے۔ رکن قومی اسمبلی نیلسن عظیم نے ''امت'' سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ اور فرانس کو کیا حق ہے کہ وہ پاکستان میں ہونے والے کسی معاملے میں مداخلت کریں۔ یہ سیدھی سیدھی شرپسندی ہے۔ کیا ان کے ممالک میں جو کچھ ہوتا ہے، اس پر وہ پاکستان کو مداخلت کا حق دیں گے؟۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اس طرح کے واقعات نہیں ہونے چاہئیں۔ بغیر ثبوت کسی پر بھی غلط الزام نہیں لگانا چاہئے۔ رمشا کے معاملہ کی غیر جانبدار تحقیق ہونی چاہئے اور اگر وہ گنہگار ہے تو اُسے سزا ملنی چاہئے۔ کوئی بھی ملزم جرم ثابت ہونے سے پہلے معصوم ہوتا ہے۔ رمشا ۱۰ برس کی بچی ہے، کسی کے گھر کام کرتی ہے، اُس کا توہین قرآن سے کیا تعلق بنتا ہے؟ اس طرح کی باتوں کو اچھالنے سے ملک کی بدنامی ہی ہوتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ مسیحی برادری قرآن کی بہت عزت کرتی ہے۔غریب ملازمہ ایسا کوئی قدم کیسے اٹھا سکتی ہے؟۔ہم کہتے ہیں کہ مذاہب کی عزت سب پر لازم ہے۔ اگر کوئی دانستہ توہین کرتا ہے تو اُسے سزا ملنی چاہئے۔ اپنے ملک میں ہم شفاف تحقیقات اور قانون میں تبدیلی کی بات کرتے ہیں،لیکن اس کا کیا جواز کہ امریکہ اور فرانس ہمارے معاملہ میں دباؤ ڈالیں اور پاکستانی معاملات میں مداخلت کریں۔ یہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے،اس پر کسی دوسرے ملک کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے۔ یہ نہ صرف عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہے، بلکہ پاکستانی اقلیتوں کے ساتھ بھی زیادتی ہے۔ پنجاب اسمبلی میں پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون خلیل طاہر سندھو نے ''امت'' سے بات کرتے ہوئے کہا کہ توہین رسالت قانون کے حوالے سے اقلیتوں کو تحفظات ہیں۔ اس حوالے سے بات چیت چل رہی ہے۔قانون میں ترمیم کا مطالبہ بھی کیا جارہا ہے،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم توہین رسالت یا توہین قرآن کو جائز خیال کرتے ہیں۔ مسیحی برادری ان دونوں باتوں کو ناجائز خیال کرتی ہے۔ پھر یہ ہمارے اندرونی مسائل ہیں۔ امریکہ یا فرانس یا کوئی دوسرا ملک' اُنہیں پاکستان کے مسیحی قطعاً پسند نہیں کرتے۔ہم پاکستانی ہیں اور کسی دوسرے ملک کو مداخلت کا حق نہیں دے سکتے۔مسیحی رہنما جوزف فرانسس نے امریکی مداخلت کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ مسیحی توہین رسالت نہیں کر سکتے۔ ہم نبی پاکؐ کی بہت عزت واحترام کرتے ہیں، ہم کس طرح توہین کر سکتے ہیں۔ توہین وہ کرتے ہیں جو جھوٹے الزام لگاتے ہیں۔مسلم لیگ (ن) کے سینیٹر کامران مائیکل نے کہا کہ یہ ہماری حکومت کا قصور ہے جو ہر معاملہ میں امریکہ کی دست نگر ہے۔ان معاملات میں بھی اگر امریکہ مداخلت کرتا ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ہم تو یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ نیٹو سپلائی بھی پاکستان سے نہیں گزرنی چاہئے،لیکن جب حکام ان کے تابع ہیں تو اتنی مداخلت کوئی بڑا ایشو نہیں ہے۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ حکومت کی کمزوری کی وجہ سے بیرونی مداخلت بڑھ رہی ہے۔ اسلام آباد میں عیسائی لڑکی کے ہاتھوں توہین قرآن پر کراچی سے تعلق رکھنے والے مسیحی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ مذکورہ مسئلہ چونکہ پاکستان کا ہے،اس لئے اُسے پاکستانی عدالتوں میں ہی ڈیل کیا جانا چاہئے۔ امریکہ یا یورپی ممالک اس سے

فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ اس معاملہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سابق رکن سندھ اسمبلی مائکل جاوید کا کہنا تھا کہ جس طرح پاکستان سے بھارت جانے والے ہندوؤں کے حوالے سے پلاننگ کے تحت پاکستان کو بدنام کیا گیا، اسی طرح رمشا نامی عیسائی لڑکی کا معاملہ بھی ہے۔ تاہم اس معاملہ کو پاکستان میں ہی حل ہونا چاہئے۔ انہوں نے صدر پاکستان وزیر اعظم پاکستان سمیت دیگر حکام سے اپیل کی ہے کہ اس مسئلہ کو فوراً حل کیا جائے، تاکہ امریکہ سمیت یورپی ممالک فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ کورنگی کرسچن پاڑے کے پادری پطرس نے کہا کہ یورپی ممالک اس مسئلہ کو جواز بنا کر پاکستان کو بدنام کرنے اور توہین رسالت اور توہین قرآن کے قوانین میں تبدیلی چاہتے ہیں۔ پاکستانی حکام کو چاہئے کہ وہ اس مسئلہ کو سنجیدگی اور انصاف سے حل کریں۔ انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں جو کورٹ کا فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ڈرگ روڈ کے فادر سیمز کا کہنا تھا کہ یہ خالصتاً پاکستانی معاملہ ہے اور حکومت بھی منارٹی کے رہنماؤں کو یقین دلوا چکی ہے کہ اس معاملہ کو اچھی طرح دیکھا جائے گا۔ تاہم اس ایشو سے یورپی ممالک اپنا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ چرچ آف پاکستان عیسیٰ نگری کے پادری صادق مسیح کا کہنا تھا کہ وہ مسیحی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک محبِ وطن پاکستانی بھی ہیں اور پاکستان کی عزت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ عیسائی لڑکی رمشا کا جو مسئلہ ہوا ہے اس کو جہاں عدالتیں دیکھ رہی ہیں، وہیں صدر پاکستان نے بھی خصوصی طور پر اس مسئلہ پر توجہ مرکوز کر دی ہے، اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں۔ امریکہ اور یورپی ممالک اپنے مفاد کے لئے اس مسئلے کو اچھال رہے ہیں۔ کوئی پاکستانی مسیحی رہنما نہیں چاہے گا کہ دوسرے ممالک کو اس معاملہ میں ٹانگ اڑانے کا اختیار دیا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ پاکستان کا مسئلہ ہے اور پاکستان کی عدالتیں جو فیصلہ دیں گی، قبول ہوگا‘‘۔

(روزنامہ امت، کراچی، ۲۴ راگست ۲۰۱۲ء)

اور اُدھر پاکستان میں انداز بدل بدل کر وقتاً فوقتاً توہین قرآن اور توہین رسالت کے واقعات کو دُہرایا جاتا ہے۔ صرف تین ماہ میں کراچی، کوئٹہ، گوجرہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور اسلام آباد میں دس واقعات اخبارات میں رپورٹ کئے گئے۔ صرف ٹوبہ ٹیک سنگھ میں چھ مرتبہ قرآن کریم کی بے حرمتی کی گئی۔ پاکستان میں توہین قرآن کے واقعات کا تسلسل یہ بتلاتا ہے کہ کوئی لابی ان واقعات کے پیچھے سرگرم ہے اور حکمرانوں پر دباؤ بڑھانے کے لئے ان کی ریہرسل کرائی جارہی ہے۔ اسی

بیرونی دباؤ کا نتیجہ نظر آتا ہے کہ وفاقی حکومت نے اقلیتوں کے تحفظ کے لئے مسودہ قانون تیار کرلیا ہے اور سندھ اسمبلی میں اقلیتی ارکان نے اس قانون میں ترمیم یا تبدیلی کے لئے ایک قرارداد پیش کردی ہے اور فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس پر بحث سندھ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں کی جائے گی۔ مزید تفصیلات اس خبر میں ملاحظہ ہوں:

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) پاکستان میں اقلیتوں کے تحفظ کے لئے وفاقی حکومت نے ایک مسودہ قانون تیار کرلیا ہے۔ یہ مسودہ چاروں صوبوں کو ارسال کردیا گیا ہے، تاکہ اس پر ان کی رائے لی جاسکے۔ اس مسودہ قانون میں اقلیتوں کے ساتھ امتیازی سلوک، ان کے اغوا، جبری مذہب تبدیل کرانے اور ان کے خلاف دیگر جرائم کے تدارک کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ یہ بات منگل کو سندھ اسمبلی میں ایم کیو ایم کے پارلیمانی لیڈر سید سردار احمد نے اقلیتی ارکان پیتا مرسیوانی اور سلیم خورشید کھوکھر کی قرارداد کے حوالے سے بتائی۔ مذکورہ قرارداد سندھ اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں پیش کی گئی تھی اور یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ اس پر بحث سندھ اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں کی جائے گی۔ منگل کو اس قرارداد پر بحث اسمبلی کے ایجنڈے میں شامل تھی۔ اس قرارداد میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اقلیتی برادری کا مذہب جبری تبدیل کرانے کے تدارک کے لئے قانون سازی کی جائے۔ وزیر قانون ایاز سومرو نے کہا کہ ہم یہ پتہ کریں گے کہ یہ مسودہ قانون کہاں ہے؟ اس میں جو تبدیلیاں درکار ہوں گی، ان پر ہم اقلیتی ارکان سے مشاورت کریں گے اور انہیں اعتماد میں لیں گے۔ سید سردار احمد نے کہا کہ یہ مسودہ قانون سندھ کے محکمہ مذہبی امور کو مل چکا ہے۔ ہم اس مسودہ قانون کو بہتر بنانے کے لئے اقلیتی ارکان کے ساتھ مشاورت کریں گے''۔ (روزنامہ جنگ، کراچی، ۸؍اگست ۲۰۱۲ء)

ہمارا مطالبہ ہے کہ توہین رسالت، توہین قرآن اور توہین صحابہ کرامؓ کے مرتکب افراد کے مقدمات دہشت گردی کے کورٹ میں چلائے جائیں اور توہین رسالت وتوہین مذہب کے قانون میں کسی قسم کی ترمیم یا تبدیلی نہ کی جائے، ورنہ پاکستان میں ایسی تحریک چلے گی، جسے روکنا حکومت کے بس میں نہ ہوگا۔ اس لئے موجودہ حکومت سے ہمارا مطالبہ ہے کہ قائدعوام، بانی پیپلز پارٹی پاکستان، جناب ذوالفقار علی بھٹو نے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو (پاکستان کی قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے موقع پر) قومی اسمبلی میں بحیثیت وزیر اعظم پاکستان جو تقریر کی تھی...... جس کے چند اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں...... اُنہیں کے الفاظ میں بیرونی دنیا کو بتلا دیا جائے کہ:

’’یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی فیصلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت‘ اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی (پاکستان بنانے کا مقصد ونصب العین) اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا، چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا، اس لئے میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر......کوئی فیصلہ دیا جاتا.............پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے، اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقہ سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کررہا، پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے، اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے.............یہ فیصلہ مذہبی بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ہم دور جدید میں رہتے بستے ہیں، ہمارا آئین کسی مذہب وملت کے خلاف نہیں، بلکہ ہم نے پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق دیئے ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر واعتماد سے بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد کا اظہار کرسکے۔ پاکستان کے آئین میں پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے، میری حکومت کے لئے اب یہ بات بہت اہم ہوگئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کوئی ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے‘‘۔ (قومی اسمبلی میں کی گئی تقریر، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء)

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین